

OPEN ACCESS

Ihyā' al 'ulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok.com

انشورنس اور تکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

Insurance and Takaful: A Comparative Study in the Light of Shariah

Usman Safdar

Ph.d Scholar, University of Karachi, Karachi

Abstract

The modern issue of insurance has emerged as one of the key challenges for Muslims, as it did not exist in the earlier eras of Islamic jurisprudence. Insurance involves a company providing coverage for specified items like vehicles, businesses, goods, or health, agreeing to compensate the policyholder in case of loss or damage. Due to its novelty, scholars have extensively debated its permissibility in light of Islamic principles. According to our research, insurance is generally deemed impermissible in Islam due to its association with usury (interest) and other practices that contradict Shariah. Some scholars have proposed Takaful as an Islamic alternative to conventional insurance. Takaful is based on mutual assistance and cooperation among participants, but this paper argues that the model of Takaful, as currently practiced, lacks the true spirit of cooperation. Many of its elements resemble commercial exchange, which scholars classify under trade laws rather than charitable cooperation. In conclusion, the paper suggests that for a truly Islamic alternative, a Takaful system must be rooted in the concepts of waqf (endowment) and pure cooperation, ensuring that losses within society can be addressed without resorting to trade-like mechanisms. Additionally, the current form of Takaful requires significant reforms to align more closely with Islamic principles. This abstract summarizes the key findings and the scholarly debate on the permissibility and alternatives to

Key Words: cleanness, emphasize, microorganisms, infections, purification

تمام تعریفات اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، ہمیں بیشمار نعمتوں سے نوازا، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کو پیدا کر کے تنہا نہیں چھوڑا، بلکہ ان کے رزق کی ضمانت لی، ان کے لئے رزق کو پہلے سے لکھ دیا، حصول رزق کے اسباب مہیا کئے، اور پوری کائنات کو انسانوں کی خدمت کے لئے مسخر کر دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

: {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ (32) وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (33) وَأَتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (34)}¹

ترجمہ: ”اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسا یا۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔ اور نکستیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اسکے حکم سے چلیں۔ اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا۔ اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔ اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔ (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضہ تھا کہ انسان مختلف آزمائشوں، مصائب، خطرات اور پریشانیوں میں مبتلا ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَلْيَتْلُوهُمْ ذِكْرِي مِنَ الْخُوفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَغْضَائِي إِلَيْهِمْ (155)} ترجمہ: ”اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔“

اسی لئے شریعت اسلامی میں اللہ تعالیٰ نے بچاؤ کے اسباب بیان فرمائے ہیں، تحفظ اور امن وامان کے راستے ذکر کئے ہیں، کلام الہی کی تلاوت کرنے والا جانتا ہے کہ کس طرح رب العالمین نے انسانوں کی امن وامان اور عدل وانصاف کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، اور اسی طرح رحمت و دعاء عالم طیب نے اپنی امت کو جان و مال کے تحفظ اور معاشرہ میں امن وامان قائم کرنے کے اسباب و وسائل بیان فرمائے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جان و مال کا تحفظ ان پانچ بنیادی ضروریات میں سے ہے جس کے حصول تحفظ کے لئے شریعت اسلامی کا نزول ہوا

ہے۔ اور امن وامان ایسی نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ پر کی جانے والی بڑی نعمتوں میں سے ایک قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

: {أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ (67)}³

ترجمہ: ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ اس کے گرد و نواح سے اچک لئے جاتے ہیں کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔“

اسی طرح فرمایا: لِإِيْلَافِهِمْ قُرْبَىٰ (1) لِإِيْلَافِهِمْ رَحْلَةَ الشَّتَاءِ وَالصَّيْفِ (2) فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ (3) الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ (4)

ترجمہ: ”قریش کے مانوس کرنے کے سبب۔ یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ لوگوں کو چاہئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔“

یقیناً امن و امان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ خوش حال تھا بدن کے لحاظ سے تندرست تھا اور اس کے پاس اس دن کے لئے روزی موجود تھی تو گویا کہ اس کے لئے دنیا سمیٹ دی گئی۔“⁴

شریعت اسلامی میں امن و امان کو شرک سے پاک ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے، یعنی ایمان اور عمل صالح ہی معاشرہ میں امن و امان اور جان و مال کے تحفظ کی ضمانت (insurance) ہیں نہ کہ غیر اسلامی اقتصادی و معاشرتی پالیسیاں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں واضح فرمان ہے: {الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُنْتَصِرُونَ} (82) {ترجمہ: ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے۔ اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“}

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے {وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} (55) {ترجمہ: ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشنے گا وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔“}

عہد نبوت سے لے کر تقریباً نو سو سال تک عالمی تجارت پر اسلامی اصول تجارت کارنگ غالب رہا، اور چونکہ اسلامی معیشت کے قواعد و ضوابط خالق کائنات کے مقرر کردہ تھے اس لئے وہ حقیقت پر مبنی معیشت تھی جس میں حیلہ بہانے نہیں تھے، جس کی بنیادوں میں اخلاق اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبہ تھا نہ کہ لوٹ کھسوٹ اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی حرص، اسی لئے اس دور میں مصنوعی کساد بازاری، بیروزگاری کا شائبہ تک نہ تھا، مال چند ہاتھوں کی زینت نہیں تھا، غریب اور مالدار میں زیادہ حد بندی نہیں تھی، جان و مال کے تحفظ کی ضمانت نہیں دینی پڑتی تھی، لیکن مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور مغربیت پرستی نے عالمی تجارت سے اسلامی روح کو ختم کر دیا اور پوری عالمی تجارت چند صیہونیت زدہ ذہنوں کے ہاتھوں پر غلام ہو گئی جنہوں نے پوری دنیا میں سود اور دھوکہ بازی کا بازار گرم کر کے امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنانے کی پوری کوشش کی، اور سود کی صورت میں حاصل ہونے والے بے پناہ منافع کو اپنے اسلام مخالف مذموم مقاصد میں استعمال کیا۔ اسی وجہ سے تجارتی میدان میں ایسے مسائل پیدا ہونا شروع ہوئے جن کا ذکر قدیم فقہاء کی کتابوں میں نہیں ملتا ہے، انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ ”انشورنس“، یعنی بیمہ پالیسی کا بھی ہے۔

انشورنس کے معاملہ میں بنیادی تصور یہ کارفرما ہے کہ ایک شخص کسی معاشرہ میں رہ کر تجارت کرنا چاہے، کوئی کام کرنا چاہے لیکن اسے اپنی جان و مال کے تحفظ کے حوالہ سے خطرات لاحق ہوں یا تجارت میں خسارہ کا اندیشہ ہو تو کوئی دوسرا شخص اگر اسے جان و مال کے تحفظ، اور تجارت میں خسارہ نہ ہونے کی ضمانت دے، اور کسی قسم کے نقصان کی صورت میں ایک مخصوص رقم ادا کرے، اور اس ضمانت دینے کے بدلہ معاوضہ طلب کرے۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ انشورنس جدید مسائل میں سے ہے اس لئے متقدمین کی کتابوں میں اس مسئلہ کا حکم مذکور نہیں، غالباً سب سے پہلے جس عالم نے اسے اس کی ابتدائی شکل میں تحریر کیا ہے وہ علامہ ابن عابدین ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ”حاشیہ رد المحتار“ میں ایک مسئلہ ذکر کیا جو کہ انشورنس سے مطابقت رکھتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے دور میں تجارت ایک معاہدہ کرتے تھے جسے ”سوکرہ“ کہا جاتا تھا، وہ یہ ہے کہ جب مسلمان تجارت دیا کفر سے دیا اسلام کی طرف واپس ہوتے تو ایک کافر سے کشتی کرائے پر لیتے اسے کرایہ ادا کرتے اور مزید رقم بھی دیتے اور اس سے یہ معاہدہ کرتے کہ اگر راستہ میں ان کا مال غرق ہو گیا یا ضائع ہو گیا، یا چوری ہو گیا تو وہ انہیں ان کے مال کے بقدر قیمت ادا کرے گا، اس کا کفر کا ایک وکیل دیا اسلام میں ہوتا تھا جو نقصان کی صورت میں مسلمانوں کو رقم کی ادائیگی کرتا تھا۔ اس معاہدہ کے بارے میں علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: ”یہ معاہدہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں ایسی چیز اپنے لئے لازم کر لی گئی ہے جس کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔“⁷

بالکل یہی معاملہ انشورنس کا بھی ہے، پہلے ہم انشورنس کی تعریف سمجھ لیں تاکہ اس کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

انشورنس:

اس کی کئی اقسام ہیں لیکن جو قسم معروف ہے اور انشورنس کمپنیوں کے ذریعہ جو انشورنس کیا جاتا ہے اسے تجارتی بیمہ پالیسی (commercial insurance) کہتے ہیں، اس کی تعریف کچھ یوں کی جاتی ہے:

”ایسا معاہدہ (agreement) جو لین دین (تجارتی) پر مشتمل ہو، اس میں ایک طرف صارف (costumer) ہے جو کہ اقساط (installment) ادا کرتا ہے اور دوسری طرف کوئی ایک شخص یا کوئی کمپنی ہو سکتی ہے، اس معاہدہ میں یہ طے کیا جائے کہ صارف ایک مقررہ مدت تک کچھ خاص رقم قسط کی صورت میں یا ایک ہی دفعہ میں اس کمپنی کو ادا کرے گا، اس کے بدلہ میں کمپنی اس صارف کو اسی مقررہ مدت میں کچھ خاص چیزوں کے بارے میں ضمانت (insurance) دیتی ہے (مثلاً اس کی زندگی، یا گاڑی، یا کاروبار وغیرہ) کہ اگر اس میں صارف کو کسی قسم کا نقصان اٹھانا پڑا تو یہ کمپنی اس نقصان کی ادائیگی کرے گی، اور ادائیگی کی رقم پہلے سے طے کر لی جاتی ہے، قسطیں ادا نہ کر سکنے کی صورت میں معاہدہ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح مقررہ مدت میں کسی قسم کا حادثہ (جو معاہدہ میں طے شدہ ہو) نہ ہونے کی صورت میں مدت ختم ہونے کے بعد مکمل رقم یا کچھ رقم کمپنی رکھ لیتی ہے۔“

یہ انشورنس کی بنیادی تعریف ہے، تمام تجارتی انشورنس کمپنیوں میں کم و بیش یہی صورت ہوتی ہے، البتہ معاہدہ کی دیگر شرط (Terms & conditions) میں فرق ہو سکتا ہے۔

کچھ معاہدوں میں مدت طے نہیں کی جاتی، بلکہ انشورنس کمپنیاں مدت طے کرنے کے بجائے حادثہ کا وقت طے کر لیتی ہیں، یعنی اگر زندگی کی

انشورنس اور مکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

انشورنس ہے تو صارف کی موت تک یہ معاہدہ چلتا رہتا ہے، اگر گاڑی کی انشورنس ہے تو اس گاڑی کے حادثہ ہو جانے تک، اسی طرح کاروبار وغیرہ میں۔

اب اس تعریف کو نکات (points) کی صورت میں رکھتے ہیں:

- A. یہ معاہدہ تجارتی (commercial) ہے تعاونی (cooperation) نہیں ہے۔
- B. یہ معاہدہ دونوں طرف سے ہے، صارف قسط جمع کرتا ہے، اور کمپنی اس کا نقصان ادا کرتی ہے۔
- C. مدت طے نہ ہونے کی صورت میں اس معاہدہ میں احتمال آجاتا ہے، کہ نہ جانے یہ معاہدہ کب مکمل ہو۔

کمرشل انشورنس کا حکم:

کمرشل انشورنس چاہے کوئی سی بھی ہو یعنی life insurance , goods insurance , third party insurance حرام ہے، اس کی حرمت کا فتویٰ سعودی عرب کی علماء کمیٹی اور اسی طرح مجمع الفقہ اسلامی (Islamic Fiqh Academy) نے بھی دیا ہے۔

انشورنس کے حرام ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

A. پہلا سبب:

1. اس میں دھوکہ اور لاعلمی ہے، جسے عربی میں ”غرر“ کہتے ہیں، اور اس قسم کے معاہدہ سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔⁸

2. اس میں دھوکہ اس طرح ہے کہ:

- . جس نقصان کی ادائیگی طے کی گئی ہے اس کا ہونے یا نہ ہونے میں احتمال ہے، وہ نقصان یا حادثہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔
- . اس میں دھوکہ اس وقت زیادہ ہو جاتا ہے جب ایک مدت مقرر کرنے کے بجائے اس معاہدہ کی تکمیل حادثہ ہو جانے تک رکھی جائے۔
- . اور یہ دھوکہ اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب ایک مدت مقرر کر لی جائے کہ اس مدت تک صارف اقساط ادا کرتا رہے گا، اگر اس مدت کے اندر حادثہ ہو گیا تو کمپنی اس کا نقصان پورا کرے گی، اگر نہیں ہوا اور مدت ختم ہو گئی تو صارف کی ادا کردہ رقم کمپنی اس کو واپس نہیں کرتی، جیسا کہ اکثر goods insurance میں ہوتا ہے۔
- . اسی طرح اس معاہدہ میں صارف کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کتنی رقم ادا کرے گا؟ کب تک ادا کرے گا؟ اگر یہ معلوم ہو بھی جائے تب بھی نقصان کا ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ ہو گا بھی کہ نہیں؟۔

B. دوسرا سبب:

3. اس میں جوا (Gambling) ہے۔ جوا کی تعریف علماء یوں کرتے ہیں کہ ”ایسا معاہدہ جس میں دو یا دو سے زائد شریک ہوں، ایک

کو نفع ہو باقی نقصان میں رہیں اور کسی کے علم میں نہ ہو کہ کون نقصان میں رہے گا اور کون نفع میں“، اگر جوا کھیل کے میدان میں ہو تو

اسے قمار کہتے ہیں، اگر تجارت میں ہو تو اسے ”میسر“ کہتے ہیں۔ اور جو بالاتفاق حرام ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے اور نبی ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {ثُمَّ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْحَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيُضِلُّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ } 9

ترجمہ: ”اے ایمان والو! شراب اور جو اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سو ان سے بچتے رہنا کہ نجات پاؤ۔“
اس معاہدہ میں جو اس طرح ہے کہ:

1. اس معاہدہ کے دو شریک ہیں، دونوں میں سے ایک کو نفع ہو گا دوسرے کو نقصان۔
2. صارف کو نفع اس طرح ہو گا کہ اگر معاہدہ ہوتے ہی صارف کا نقصان ہو گیا تو اس نے کمپنی کو اتنی رقم ادا نہیں کی ہو گی جتنی اس کو حاصل ہو گی، اور اس میں کمپنی کو نقصان ہے۔

3. کمپنی کو فائدہ اس طرح ہو گا کہ اگر مدت پوری ہو جائے اور حادثہ نہ ہو تو صارف کی ادا کی گئی رقم ضائع ہو جائے گی، اور ساری رقم کمپنی کو مل جائے گی جبکہ صارف کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اور یہی معاملہ جوئے میں ہوتا ہے کہ دو طرف سے رقم لگائی جاتی ہے ایک کو نفع ہوتا ہے اور دوسرے کو نقصان ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس معاہدہ کو بغور دیکھا جائے تو یہ انشورنس کے بجائے ایک طرح کی شرط (Bet) ہے، کمپنی شرط لگاتی ہے کہ صارف کا نقصان نہیں ہو گا اور اگر نقصان ہوا تو کمپنی شرط ہارنے کی وجہ سے رقم ادا کرتی ہے، اور صارف کے اس معاہدہ میں کردار سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے نقصان کے ہونے کی شرط لگائی تھی اور شرط ہارنے کی صورت میں وہ اپنی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
C. تیسرا سبب:

4. اس میں سود شامل ہے، بلکہ یہ سارا معاہدہ سود (interest) پر مشتمل ہے۔ سود کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: (۱) قرض کا سود۔
(۲) تجارت کا سود۔

(1) قرض کا سود یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو ادھار دے کر زیادہ طلب کرے۔

(2) تجارت کا سود: اس کی پھر دو اقسام ہیں:

5. (۱) زیادتی کا سود (ربا الفضل) (۲) ادھار کا سود (ربا النسیئہ)

(۱) زیادتی کا سود یہ ہے کہ وہ مخصوص اجناس جنہیں شرعی اصطلاح میں ”سودی اجناس“ کہتے ہیں میں سے ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت اضافہ کر دینا، جیسے مثال کے طور پر:

6. پانچ تولہ سونا (سکہ کی صورت میں) = چار تولہ سونے کا سیٹ۔

7. (ب) ادھار کا سود: سودی اجناس کا آپس میں تبادلہ کرتے وقت ادھار کر لینا، جیسے مثال کے طور پر:

انشورنس اور مکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

8. ایک من گندم = ایک من چاول ایک مہینہ بعد۔

9. انشورنس میں تینوں اقسام کا سود موجود ہے وہ اس طرح کہ:

جو پیسہ صارف، کمپنی کو ادا کرتا ہے وہ یا تو کمپنی پر قرض ہے یا پھر کمپنی صارف سے پیسوں کے بدلہ پیسہ کا تبادلہ کر رہی ہے جو کہ فوراً ادا نہیں کیا جائے گا بلکہ بعد میں طے شدہ موقع پر اسے اس پیسہ کی ادائیگی کرے گی۔

اگر وہ پیسہ قرض ہے تو اس کے بدلہ زیادہ طلب کرنا سود ہے۔

اگر وہ تجارت ہے تو اس میں پیسوں کا تبادلہ ہے، اور ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے وقت اضافہ کرنا بھی سود ہے، اسی طرح اس تبادلہ میں جو ایک عرصہ کے بعد ادائیگی کی جاتی ہے وہ ادھار کا سود ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ: انشورنس کا معاملہ سود پر مبنی ہے، صارف پیسہ ادا کرتا ہے اور اس کے بدلہ اسے پیسہ ہی ملتا ہے، اور یہ پیسہ اسے یا تو زیادہ ملتا ہے (حادثہ یا خسارہ کی صورت میں) یا کم ملتا ہے (حادثہ یا خسارہ نہ ہونے کی صورت میں) اور اگر جتنا ادا کیا ہے اتنا ہی ملے تو بھی وہ ایک مدت کے بعد ہے، تو اگر پیسوں کا تبادلہ (exchange) ہو تو اس میں بالکل برابر ہونا چاہئے، کی یا زیادتی نہیں ہونی چاہئے؛ کیونکہ کی یا زیادتی ہی سود کہلاتی ہے، اور ادھار بھی نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”سونے کو سونے کے بدلہ، چاندی کو چاندی کے بدلہ جب بیچو تو نقد ہو ادھار نہ ہو اور برابر برابر ہو، کی یا زیادتی نہ ہو“۔¹⁰

اور پیسہ کا حکم وہی ہے جو سونے کا حکم ہے، کیونکہ پیسہ سونے کا تبادلہ ہے۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انشورنس ایک قطعی غیر شرعی معاملہ ہے اور اس کی بنیاد سود، جوا، اور دھوکہ پر رکھی گئی ہے لہذا یہ معاہدہ کرنا حرام ہے۔

انشورنس کے حوالہ سے چند شبہات اور ان کا ازالہ:

انشورنس کو حلال اور جائز کہنے والے افراد چند کمزور دلائل کا سہارا لیتے ہیں جو کہ شبہات سے زیادہ کادر چہ نہیں رکھتے، ہم ان شبہات میں سے نسبتاً چند شبہات کا جائزہ لیتے ہیں:

A. ”انشورنس کا معاہدہ، مضاربہ کی طرح ہے، انشورنس کمپنی، صارف کے پیسوں کو کاروبار میں لگاتی ہے، اور جب صارف کو کوئی حادثہ یا نقصان ہوتا ہے تو اس کا روبرو ہونے والے منافع سے اس کا نقصان پورا کیا جاتا ہے۔“

10. اس کا جواب یہ ہے کہ مضاربہ ایک اسلامی معاہدہ ہے اور انشورنس اور مضاربہ میں کسی قسم کی مماثلت نہیں، بلکہ دونوں معاملوں میں کئی فرق ہیں، مثلاً:

مضاربہ میں مال دینے والے شخص کا مال بدستور اس کی ملکیت میں رہتا ہے جبکہ انشورنس میں قسطیں ادا کرنے والے کا مال اس کی ملکیت سے نکل کر کمپنی کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور اس مال پر صارف کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

مضاربہ میں جو منافع ہوتا ہے وہ مال دینے والے اور کام کرنے والے دونوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے، جبکہ انشورنس میں مال کے ذریعہ جو منافع ہوتا ہے وہ صرف کمپنی کا ہوتا ہے، اور صارف کو اس میں سے اسی وقت مخصوص ادائیگی کی جاتی ہے جب اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچے، اور اگر نقصان نہ ہو تو اسے کسی قسم کا منافع ادا نہیں کیا جاتا۔

B. ”انشورنس جدید دور کا مسئلہ ہے، اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ تجارتی معاملات میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جائز ہیں، لہذا شریعت کے اس قانون کے تحت انشورنس کا معاملہ بھی جائز ہے۔“

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کا یقیناً یہی قاعدہ ہے کہ تجارتی معاملات میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں لیکن مکمل قاعدہ یہ ہے کہ وہ اس وقت تک مباح ہیں جب تک ان کی تحریم ثابت نہ ہو جائے، اگر شریعت کے کسی قاعدہ کے تحت وہ حرام ہوں تو انہیں حرام ہی کہا جائے گا، اور انشورنس کی حرمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سود پر مبنی ہے۔

C. ”انشورنس کا نظام شریعت میں ”عاقلہ“ کے نظام کی طرح ہے۔“

عاقلہ کا نظام یہ ہے کہ جب کسی شخص سے قتل خطا واقع ہو جائے، یعنی غلطی سے کسی شخص کو قتل کر بیٹھے تو اس کی دیت اس پر واجب ہو جاتی ہے، اگر وہ شخص تنہا اس دیت کو ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے والد کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں جنہیں عربی میں عاقلہ کہا جاتا ہے جیسے دادا، چچا، بھائی وغیرہ وہ اس دیت کی ادائیگی میں اس کے شریک بنتے ہیں۔

نظام عاقلہ کسی بھی جہت سے انشورنس سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ نظام عاقلہ قطعی طور پر تعاون پر مبنی نظام ہے جس میں کسی قسم کے عوض اور بدل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، جبکہ انشورنس کے نظام میں انشورنس کمپنی اگر صارف کے نقصان کو پورا کرتی ہے، تو اس کے عوض کا بھی مطالبہ کرتی ہے اور بغیر عوض اور پیسہ کے کوئی کمپنی کسی شخص کا انشورنس نہیں کرتی۔

D. انشورنس کا معاملہ Provident Fund کی طرح ہے، جس طرح ایک کمپنی اپنے ورکرز کی تنخواہوں میں سے ایک مخصوص

حصہ نکال کر اس فنڈ میں جمع کرتی ہے اور ریٹائرمنٹ پر انہیں مزید پیسے شامل کر کے ادا کرتی ہے، اسی طرح انشورنس کمپنی اپنے صارف سے ماہانہ قسط لے کر جمع کرتی ہے اور حادثہ یا نقصان کے وقت اسے مزید پیسے شامل کر کے ادا کرتی ہے، اگر پرووڈنٹ فنڈ لینا جائز ہے تو انشورنس بھی حلال ہے۔

11. اس کا جواب یہ ہے کہ انشورنس اور Provident Fund میں کئی بنیادی فرق ہیں، جیسے:

1. پرووڈنٹ فنڈ کمپنی کی طرف سے اپنے ملازمین کے لئے ایک قسم کا تعاون ہے، جو وہ اپنے ملازمین کی خدمات کے صلہ میں ادا کرتی ہے اور اس کے بدلہ کسی قسم کے عوض کا مطالبہ نہیں کرتی، لہذا اس میں کسی کے نفع یا نقصان میں رہنے کا اندیشہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں سود آتا ہے، جبکہ انشورنس مکمل طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے جس میں انشورنس کمپنی اپنی انشورنس کے بدلہ معاوضہ کا مطالبہ کرتی ہے اسی وجہ سے اس میں جو اور سود دونوں ہی شامل ہیں۔

2. پرووڈنٹ فنڈ میں ملازم کو رقم ملنا حتمی اور یقینی ہے، چاہے وہ ریٹائرمنٹ کی صورت میں ملازم کو طے یا موت کی صورت میں اس کے

انشورنس اور مکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

ورثاء کو ملے، جبکہ انشورنس میں رقم کا حصول یقینی نہیں ہوتا، اگر نقصان ہو گیا تو رقم مل جائے گی ورنہ صارف خالی ہاتھ رہے گا۔
 پروڈنٹ فنڈ میں رقم پہلے سے طے نہیں ہوتی، بلکہ جتنی رقم ملازم کی جمع ہو چکی ہوتی ہے اس میں کمپنی ایک خاص تناسب سے اپنا حصہ ڈال کر ملازم کو ادائیگی کر دیتی ہے، جبکہ انشورنس میں رقم پہلے سے طے کر لی جاتی ہے چاہے اس کے بقدر صارف نے رقم جمع کرائی ہو یا نہیں۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ انشورنس اور پروڈنٹ فنڈ میں کسی قسم کی مماثلت نہیں۔
 E. ایک اہم ترین شبہ جسے شیخ عبداللہ بن احمد بن منیع نے ذکر کیا ہے جو کہ سعودی عرب کی علماء کمیٹی کے ممبر ہیں اور انشورنس کے جواز کے قائل ہیں، اور خود بھی ایک انشورنس کمپنی کے شرعی ایڈوائزر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ انشورنس کمپنی اور صارف کا تعلق قرض لینے اور دینے والے کا نہیں ہے اور نہ ہی اس معاملہ میں پیسوں کا تبادلہ ہے، بلکہ دراصل انشورنس کمپنی اپنے صارف کو پیسوں کے بدلہ امن کی ضمانت فروخت کرتی ہے، یعنی اگر گاڑی کا انشورنس ہے تو گاڑی کا حادثہ سے امن میں رہنے کی ضمانت، اسی طرح کسی اور سامان کا انشورنس ہو تو اس کا کسی نقصان یا حادثہ سے امن میں رہنے کی ضمانت۔ ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ ضمانت ایک معنوی چیز ہے مادی نہیں لیکن معنوی چیزیں بھی فروخت ہوتی ہیں اور ان کی مارکیٹ ویلیو ہوتی ہے جیسے کسی کمپنی کا نام، اس کا لوگو، کسی کتاب کی طباعت کے حقوق وغیرہ فروخت کیئے جاتے ہیں حالانکہ یہ سب معنوی اشیاء ہیں مادی نہیں ہیں۔

اس ضمانت کی وجہ سے صارف مطمئن رہتا ہے کہ میری چیز کو نقصان نہیں ہوگا، اگر ہوا تو بھی اطمینان ہے کہ انشورنس کمپنی اس نقصان کو پورا کرے گی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ:

- یہاں تک تو بات ٹھیک ہے کہ ضمانت ایک معنوی چیز ہونے کے باوجود اسے فروخت کیا جاسکتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انشورنس کمپنی واقعی ضمانت ہی فروخت کرتی ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ انشورنس کے معاہدہ میں کمپنی حادثہ سے امن کی ضمانت نہیں دیتی کہ صارف کی چیز کو حادثہ یا نقصان نہیں ہوگا، بلکہ حادثہ کی صورت میں تلافی کی ضمانت دیتی ہے یعنی اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اگر صارف کی انشورنس کردہ چیز کو نقصان ہوا تو کمپنی اس کے لئے مخصوص رقم ادا کرے گی، اور اگر نقصان نہ ہوا تو صارف خالی ہاتھ ہی رہے گا اور کمپنی اس کی ادا کردہ رقم اسے نہیں لوٹائے گی، لہذا اس میں پیسوں کا ہی تبادلہ ہے اور یہ صورت بالکل شرط (Bet) لگانے کی طرح ہے۔
- شریعت کا اصول ہے کہ کوئی چیز فروخت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیچنے والے کی ملکیت ہو اور اس کے پاس موجود ہو، یا پھر اگر وہ چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو تو بیچنے والا کم از کم اس کے حصول کی طاقت رکھتا ہو تاکہ اسے حاصل کر کے خریدار کے سپرد کر سکے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”جو چیز تمہارے پاس نہیں اسے مت بیچو“¹¹۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ انشورنس کمپنی پیسوں کے بدلہ چیز کی ضمانت فروخت کرتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انشورنس کمپنی والے

کیسے کسی چیز کی ضمانت فروخت کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس ضمانت کے مالک ہی نہیں ہیں، نہ ہی اس کے حصول کی استطاعت رکھتے ہیں نہ کوشش کرتے ہیں؟ کسی چیز کے درست رہنے کی ضمانت تو اس چیز کو بنانے والی کمپنی ہی دیتی ہے، یا پھر حکومت جو کہ معاشرہ میں امن قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے وہ ہی ضمانت دے سکتی ہے، انشورنس کمپنی والے تو اپنے دفتر میں بیٹھ کر تو کم کالین دین کرتے ہیں، وہ اپنی انشورنس کردہ کسی چیز کی حفاظت کا نہ تو انتظام کرتے ہیں نہ ہی معاشرہ میں قیام امن کے لئے کوئی جدوجہد؟؟

- اگر ہم یہ بات بھی تسلیم کر لیں کہ انشورنس کمپنی اشیاء کی ضمانت ہی فروخت کرتی ہے اور وہ اس ضمانت کی مالک بھی ہے تو پھر ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے کہ نقصان یا حادثہ کی صورت میں کمپنی جو رقم ادا کرتی ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ کیا صارف نے ضمانت کے ساتھ اس رقم کو بھی خرید لیا ہے یا پھر ضمانت دینے کے باوجود نقصان ہونے کی وجہ سے انشورنس کمپنی بطور عوض کے ادا کرتی ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ صارف نے اس رقم کو خرید نہیں ہے بلکہ کمپنی صارف کا نقصان ہونے کی وجہ سے ادا کرتی ہے تو پھر وہ رقم اتنی ہی ہونی چاہئے جتنا نقصان ہوا ہے، پہلے سے ہی طے شدہ رقم کیوں ادا کی جاتی ہے؟ اور اگر ہم یہ کہیں کہ صارف نے ضمانت کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی خریدی ہے تو بات وہیں آجاتی ہے کہ اس میں رقم کا تبادلہ ہے جس میں اضافہ کرنا سود کے زمرے میں آتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ الگ ہے کہ اگر صارف نے وہ رقم بھی خریدی ہے تو ہر صارف کو اس کی ادائیگی کیوں نہیں کی جاتی، صرف نقصان ہو جانے پر ہی کیوں ادائیگی کی جاتی ہے؟۔ ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انشورنس میں ضمانت نہیں فروخت کی جاتی بلکہ رقم کا تبادلہ ہوتا ہے، جس میں ایک فریق نفع میں اور دوسرا نقصان میں رہتا ہے۔

حکافل:

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تین چار دہائیاں قبل سے عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی ہے اور مسلمانوں نے اپنے معاملات پر نظر ثانی شروع کی ہے، اس بیداری کے نتیجہ میں جہاں مسلمانوں نے اور میدانوں میں پیش قدمی کی ہے وہیں میدان تجارت میں بھی اسلامی اصول تجارت کو دوبارہ زندہ کرنے کی قابل قدر اور قابل تعریف کاوشیں ہوئی ہیں، اور ان کوششوں میں بجز اللہ مزید اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے، اس تحریک کے نتیجہ میں جہاں بینکنگ کے میدان میں بعض علماء اور تجار حضرات کی کوششوں سے اسلامی بینکنگ کا آغاز ہوا ہے جس میں ابھی مزید بہت بہتری اور تبدیلی و اصلاح کی گنجائش ہے، وہیں انشورنس کے حرام ہونے کے باوجود معاشرہ میں اس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اس کا اسلامی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی اور جو بالآخر ”حکافل“ یا Islamic Insurance Cooperating Insurance کے نام سے ہمارے سامنے آئی۔ اس کاوش کو کئی علماء نے سراہا اور اسے حلال بھی قرار دیا۔

ان علماء کے نزدیک حکافل یا اسلامی انشورنس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ تعاون پر مبنی ہے، اس میں صارف سے کسی قسم کا عوض نہیں لیا جاتا، چونکہ یہ معاملہ تعاون پر مبنی ہے لہذا اس میں اگر سود یا جو کی شکل ہو بھی تو حکافل حرام نہیں ہے، کیونکہ شریعت اسلامی کا یہ اصول ہے کہ تعاون میں وہ چیزیں بھی حلال ہو جاتی ہیں جو تجارت میں حرام تھیں، مثال کے طور پر تجارت میں یہ صورت حرام ہے کہ ایک شخص ایک لاکھ روپے دے کر دو لاکھ وصول کرے، یہ سود ہے، لیکن تعاون میں جائز ہے جیسے کوئی شخص کسی سے دو لاکھ ادھار لے لے اور بعد میں کہے کہ میں

انشورنس اور تکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

مجبور ہوں میں ایک لاکھ روپے تک ہی دینے کی استطاعت رکھتا ہوں اور ادھار دینے والا اس سے ایک لاکھ روپیہ لے لے اور ایک لاکھ چھوڑ دے، تو گویا مجبور شخص نے ایک لاکھ دے کر دو لاکھ وصول کیے لیکن چونکہ یہ تعاون کی صورت تھی لہذا یہ جائز ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ کیا تکافل یا اسلامی انشورنس واقعی تعاون پر مبنی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ تکافل میں واضح طور پر سود اور جو اکی وہ صورتیں جو عام انشورنس میں تھیں، موجود ہیں۔ اگر تکافل واقعی تعاون پر مبنی ہے تو اس میں موجود حرام معاملات کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے ورنہ تکافل میں اور کمرشل انشورنس میں کوئی فرق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تکافل کے اس بنیادی تصور اور صورت کو جو تکافل کمپنیوں اور اسلامی انشورنس کرنے والے اداروں میں رائج ہے بغور دیکھا جائے تو واضح طور پر اس میں عوض و معاوضہ، اور لین دین نظر آتا ہے جو تعاون کی روح کے منافی ہے اور تکافل کو تعاون کے پردہ سے نکال کر تجارتی معاہدے کی شکل دے دیتا ہے جسے زبردستی اسلامی لبادہ پہنا کر حلال کر لیا گیا ہے۔

تکافل کی تعریف:

تکافل عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کی کفالت کرنا۔

موجودہ تکافل کا بنیادی نظریہ کچھ اس طرح ہے کہ چند افراد مل کر رقم جمع کرتے ہیں جسے کسی کاروبار میں انویسٹ کیا جاتا ہے، تمام افراد اس رقم میں شریک ہوتے ہیں اور شرکت کا تناسب جمع کرائی گئی رقم کو دیکھ کر طے کیا جاتا ہے، یعنی اگر جمع کی گئی رقم ایک لاکھ ہے تو دس ہزار جمع کرانے والا دس فیصد کا حصہ دار ہوگا، جمع کی گئی رقم ایک وقف کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اس میں جو منافع ہوتا ہے اس میں بھی سب شریک ہوتے ہیں، اس رقم کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شریک کا کوئی نقصان ہو جائے تو اسے اس رقم میں سے پورا کیا جاتا ہے یعنی شریک اپنی رقم اسی شرط پر جمع کرتا ہے کہ اگر اس کا کسی خاص چیز (یعنی جس کی انشورنس کر رہا ہے) کو نقصان ہو تو اس کا نقصان پورا کیا جائے گا چاہے اس کے برابر اس نے رقم جمع کرائی ہو یا نہیں، ہر شریک ایک خاص مدت تک، ماہانہ بنیادوں پر رقم جمع کرنا ہوتا ہے، جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے اور شریک کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی رقم منافع سمیت واپس لے لے اور چاہے تو مدت میں اضافہ کر لے۔

تکافل کمپنیوں میں تکافل کے حوالہ سے دو طرح کے نظام موجود ہیں:

A مضاربہ۔

B وکالہ۔

- ان دونوں طرح کے نظام میں ایک وقف پول بنایا جاتا ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اپنا ایک الگ قانونی وجود رکھتا ہے جس میں کمپنی کے شئیر ہولڈرز کے ادا کردہ سرمایہ کا ایک حصہ ڈالا جاتا ہے اور ایک حصہ کاروبار میں انویسٹ کیا جاتا ہے، کمپنی کی پالیسی خریدنے والوں کا سرمایہ وقف پول میں جاتا ہے یا بالفاظ دیگر پالیسی ہولڈر کمپنی کے وقف پول کو ایک مخصوص رقم سالانہ یا ششماہی یا سہ ماہی بنیادوں پر تبرع (ہدیہ، صدقہ) کرتا ہے، اس وقف پول کی رقم میں سے بھی کچھ رقم کاروبار میں انویسٹ کی جاتی ہے۔

- اس کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع میں سے شئیر ہولڈرز کا حصہ الگ کر کے کچھ منافع دوبارہ وقف پول میں ڈال دیا جاتا ہے اور کچھ

منافع ان پالیسی ہولڈرز کو جنہوں نے فیملی ٹکافل (لائف انشورنس) کرایا ہوان کے لئے الگ کر لیا جاتا ہے۔

- مضاربہ ماڈل اور وکالہ ماڈل میں فرق صرف یہ ہے کہ مضاربہ میں ٹکافل کمپنی خود بھی انویسمنٹ کرتی ہے اور منافع میں حصہ دار بنتی ہے، جبکہ وکالہ ماڈل میں ٹکافل کمپنی وقف پول کا انتظام و انصرام سنبھالنے کے لئے پالیسی ہولڈرز سے فیس وصول کرتی ہے جسے وکالہ فیس کہا جاتا ہے، اگرچہ مضاربہ ماڈل میں بھی ٹکافل کمپنی کچھ فیس وصول کرتی ہے لیکن وہ وکالہ فیس میں وصول کی جانی والی فیس سے کافی کم ہوتی ہے۔

- لیکن ایک بات ان دونوں ماڈل میں مشترک ہے، وہ یہ کہ ٹکافل کرانے والا شخص اس بات کی شرط لگاتا ہے کہ ٹکافل فنڈ میں رقم جمع کروا کر جس چیز کا وہ انشورنس کر رہا ہے اس میں نقصان ہونے پر اس کی تلافی ضرور کی جائے گی، اور یہی شرط تعاون کے منافی ہے۔ اس کی وضاحت آگے ہوگی۔

ٹکافل میں اور عام انشورنس میں کچھ فرق ضرور ہیں جیسے:

- ٹکافل میں انشورنس کرانے والے کی حیثیت صارف کی نہیں ہوتی بلکہ وہ مجموعی رقم میں شریک بن جاتا ہے۔
- جمع شدہ رقم پر جو منافع آتا ہے وہ تمام شرکاء میں شراکت کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے، جبکہ انشورنس کمپنیاں اس منافع کو صرف اپنے پاس رکھتی ہیں صارف کو نہیں دیتیں۔
- ٹکافل میں مدت پوری ہونے کے بعد رقم واپس مل سکتی ہے، جبکہ انشورنس میں مکمل رقم واپس نہیں ہوتی۔
- اس کے باوجود بھی یہ کہنا درست نہیں کہ ٹکافل میں جو اور سود موجود نہیں ہے، بلکہ ٹکافل میں سود اور جوادوں موجود ہیں، اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

- ٹکافل میں جو شریک ہے وہ قسطیں ادا کرتا ہے، اگر اسے نقصان ہو گیا تو ٹکافل کمپنی کی طرف سے اس کا عوض ادا کیا جائے گا جو یقیناً اس کی ادا کردہ قسطوں سے زیادہ ہوگا، تو یہی چیز سود ہے کہ پیسوں کے تبادلہ کے دوران ایک طرف سے زائد ادائیگی کرنا، یہ بالفضل یعنی زیادتی کا سود ہے۔

- ٹکافل میں رقم جمع کرانے والے تمام افراد شرکاء ہیں، اگر ان شرکاء میں سے کسی ایک کو حادثہ پیش آ جاتا ہے تو اسے ٹکافل کمپنی کی طرف سے ادائیگی کی جاتی ہے جبکہ جس شریک کو حادثہ پیش نہ آئے اسے اس کی رقم ہی واپس ملتی ہے تو یہ اس کے لئے ایک طرح کا نقصان ہے، تو بعض شرکاء نفع میں رہے بعض کو اصل رقم ہی واپس ملی لہذا یہ بالکل واضح جو ہے۔

- ٹکافل کو جائز کہنے والے افراد کے پاس اس کو جائز کہنے کی ایک ہی دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ یہ معاملہ تعاون پر مبنی ہے، تمام شرکاء ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ہر شریک جو قسط دیتا ہے وہ اپنے دیگر شرکاء کے ساتھ تعاون کی نیت سے ہی ادا کرتا ہے، لہذا اس میں اگر کچھ معاملات حرام بھی ہیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اب ذرا اس پہلو کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ٹکافل واقعی تعاون پر مبنی ہے؟ جواب یہ ہے کہ بالکل نہیں۔ ٹکافل مکمل طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے اس

میں تعاون کی کوئی شکل نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ:

شریعت اسلامی کا یہ اصول ہے کہ جو شخص بھی تعاون کی نیت سے کوئی ادائیگی کرتا ہے جسے ہم صدقہ یا خیرات یا کوئی اور نام دے دیں، تعاون کی صورت میں ادائیگی کے بعد وہ مال اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، وہ اس مال کا مالک نہیں رہتا، چہ جائے کہ وہ اس مال کو اپنا مال سمجھ کر اس کی واپسی کا مطالبہ کرے یا اس پر نفع طلب کرے، اور اس کو شریعت میں بہت برا عمل قرار دیا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”اپنے دیئے گئے ہدیہ میں لوٹنے والا (یعنی اس کو واپس طلب کرنے والا) ایسے ہے جیسے ایک کتا ہو جو قے کرے اور پھر اس کو چاٹ لے“¹²۔

جبکہ تکافل میں یہ صورت واضح ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد اور کسی قسم کا نقصان نہ ہونے کی صورت میں تکافل میں اشتراک کرنے والا شخص اپنا مال واپس لے سکتا ہے، اس شرط کے ہوتے ہوئے تکافل کو تعاون کہنا کسی صورت صحیح نہیں۔

تعاون ہمیشہ بغیر کسی عوض کے کیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کسی کو ہدیہ دے اور اس کے بدلہ کوئی مطالبہ کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ لین دین ہو جائے گا اور اس کا حکم تعاون کا نہیں رہے گا بلکہ وہ تجارت کے حکم میں آئے گا، امام کا سانی α بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: ”اگر وہ ہدیہ دیتے وقت عوض (بدلہ) کی شرط لگا دے یعنی وہ یوں کہے کہ: میں تمہیں یہ چیز تحفہ میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے وہ کپڑا دو گے“، تو ایسے معاہدہ کی نوعیت میں اختلاف ہے، ہمارے تینوں اصحاب (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد σ) یہی کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ہے تو ہدیہ کا لیکن اس کا حکم تجارت کا ہوگا، اور کبھی وہ اس طرح بھی کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ ابتداء میں تو ہدیہ ہے لیکن آخر میں اگر یہ تجارت میں بدل گیا ہے“¹³۔

تکافل کے نظام میں بھی عوض کی شرط موجود ہے، جب کوئی شخص تکافل میں اشتراک کرتا ہے تو معاہدہ میں یہ شرط موجود ہوتی ہے کہ اس رقم کے بدلہ میں اس کی کسی مخصوص چیز میں نقصان ہونے پر تلافی کی رقم ادا کی جائے گی، عوض ادا کرنے کی یہ شرط تکافل کے معاہدہ کو تجارتی معاہدہ میں بدل دیتی ہے۔

تکافل میں اور کمرشل انشورنس میں کوئی فرق نہیں، دونوں معاہدوں میں بنیادی طور پر پانچ شرط ہوتی ہیں:

12. (۱) انشورنس کرانے والا کون ہے، اور انشورنس دینے والا کون۔

13. (۲) کس چیز کی انشورنس کی جارہی ہے۔

14. (۳) ماہانہ کتنی قسط ادا کی جائیگی۔

15. (۴) نقصان کی صورت میں کتنی ادائیگی کی جائیگی۔

16. (۵) معاہدہ مکمل ہوتے ہی دونوں فریق پر اسے پورا کرنا لازم ہوگا، جو معاہدہ ختم کرے گا یا اس کی شرط پوری نہیں کرے گا دوسرا فریق اس کی رقم کا حقدار ہوگا۔

17. ان شرط سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ تکافل اور کمرشل انشورنس دونوں معاہدے ایک ہی خطوط پر استوار کئے گئے ہیں بس ناموں کے ساتھ ساتھ چند چیزوں کا فرق ہے۔

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ تکافل میں شریک شخص جو قسطنطنیہ اور کر رہا ہے وہ تعاون کے طور پر ادا کر رہا ہے۔ دین اسلام میں تعاون کرنے والے پر کسی قسم کی زبردستی نہیں ہوتی، تعاون کرنے والا چاہے تو زیادہ ادا کرے چاہے کم، چاہے تو منع کر دے، تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ شریک شخص اگر قسطنطنیہ روک دے، یا کم ادا کرے تو کیا اس کا تکافل کمپنی سے معاہدہ برقرار رہے گا؟ کیا نقصان کی صورت میں تکافل کمپنی اس کے نقصان کی ادائیگی کرے گی؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہوگا، یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تکافل کا معاملہ تعاون پر مبنی نہیں ہے بلکہ کلی طور پر ایک تجارتی معاہدہ ہے۔

گزشتہ تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تکافل میں بظاہر ایسے امور داخل ہیں جن سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک تجارتی معاہدہ ہے جسے چند کمزور دلائل کی بنیاد پر تعاون قرار دیا گیا ہے جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔

ایک ضروری وضاحت:

تکافل کو جائز کہنے والے افراد کی طرف سے یہ بات بڑی شد و مد کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ تکافل کو اکثر علماء نے جائز قرار دیا ہے، خاص طور پر مالی معاملات میں انتہائی محتاط علماء کمیٹی یعنی سعودی عرب کی کبار علماء کمیٹی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان علماء کے سامنے تکافل کی جو صورت بیان کی گئی وہ موجودہ تکافل سے قطعی مماثلت نہیں رکھتی، اور صرف نام ایک جیسا رکھ کر لیا گیا ہے، اس دھوکہ دہی سے خبردار کرتے ہوئے سعودی عرب کی اسی علماء کمیٹی نے اپنے حالیہ فتویٰ میں موجودہ تکافل کی صورت کو حرام قرار دیا ہے، مکمل فتویٰ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”حمد و ثناء کے بعد: بیشک علماء کمیٹی پہلے کمرشل انشورنس کی حرمت کا فتویٰ جاری کر چکی ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے، جو اسے، اور

لوگوں کے اموال کو باطل طریقہ سے ہڑپ کیا جاتا ہے، اور یہ ایسے معاملات ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور ان سے سختی سے منع کیا ہے، اور اسی طرح علماء کمیٹی نے تعاون پر مبنی انشورنس (تکافل) کے جواز کا فتویٰ بھی دیا تھا جس کی صورت یوں (بیان کی گئی) ہے کہ نیک و مالدار افراد صدقہ خیرات جمع کریں جس سے محتاج و مجبور افراد کی مدد کی جائے، اور رقم جمع کرانے والوں کو اس رقم سے کچھ بھی واپس نہیں ملے گا، نہ اصل مال نہ ہی منافع اور نہ ہی کوئی اور بدل، کیونکہ تعاون کرتے ہوئے مال جمع کرانے والے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ کسی قسم کا دنیاوی فائدہ، اور یہ تعاون اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

(ترجمہ: ”اور تم نیکی کے کاموں اور تقویٰ پر تعاون کرو، اور گناہ کے کاموں اور ظلم و زیادتی پر تعاون نہ کرو۔“) اسی طرح نبی ﷺ کا فرمان

ہے: ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے“، اور یہ معاملہ بالکل واضح ہے اس میں کسی قسم کی الجھن نہیں۔

البتہ گزشتہ کچھ عرصہ سے بعض اداروں اور کمپنیوں کی طرف سے لوگوں کے سامنے معاملات کو خلط ملط کرنے اور حقائق کو پلٹنے کا سلسلہ جاری ہے، ان اداروں نے تجارتی انشورنس کو تعاونی انشورنس (تکافل) کا نام دیا ہوا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور خود کو سہارا دینے کے لئے اس کے جواز کو علماء کمیٹی کی طرف منسوب کرتے ہیں جبکہ علماء کمیٹی اس سے مکمل طور پر بری ہے، اور کمیٹی نے پہلے ہی تجارتی انشورنس اور تعاونی

انشورنس اور تکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

انشورنس کے درمیان فرق کو واضح کر دیا ہے، لہذا نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی، اسی لئے علماء کمیٹی نے حقائق کو ظاہر کرنے اور عوام کو اس دھوکہ سے خبردار کرنے کے لئے یہ فتویٰ جاری کیا ہے۔“¹⁴

اس فتویٰ میں علماء کمیٹی نے واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ جس تعاون پر مبنی انشورنس کے جواز کا فتویٰ جاری کیا گیا تھا وہ ایسا تعاونی انشورنس نظام ہے جس میں اشتراک کرنے والا شخص کسی قسم کے عوض کا مطالبہ نہ کرے، اور یہی تعاون کی روح ہے، جبکہ تکافل میں اشتراک کرنے والا ہر شخص جب تکافل کمپنی سے معاہدہ کرتا ہے تو اس میں یہ طے ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے ادائیگی جانے والی رقم کے بدلہ میں کمپنی اس کے ہونے والے ممکنہ نقصان کی تلافی کرے گی۔

انشورنس کا صحیح اسلامی متبادل:

اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے بندوں کے لئے تنگی نہیں چاہتا بلکہ آسانیاں فراہم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے تنگی کرنا نہیں چاہتا۔“ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تجارتی معاملات جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے حلال تجارتی معاملات کی نسبت بہت کم ہیں، اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء جنہیں حرام قرار دیا گیا ہے وہ حلال کردہ اشیاء سے بہت کم ہیں، پھر شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کو حرام کیا جاتا ہے تو اس کا متبادل بھی ضرور دیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو تجارت کو حلال کر دیا، شراب حرام کی تو اور بہت سے مشروبات پینے کے لئے مہیا کر دئے، زنا حرام کیا تو نکاح جائز کر دیا اور اس کی رغبت دلانی غرض یہ کہ ہر حرام کے بدلہ میں ایک متبادل ضرور دیا ہے۔

موجودہ معاشرتی حالات میں انشورنس یقیناً بہت اہمیت کا حامل ہے، کاروبار کے لئے نامناسب حالات کی وجہ سے ہونے والے خسارہ کے علاوہ بدامنی کی وجہ سے عام آدمی کو جو نقصانات ہو رہے ہیں ان کی تلافی ہونی چاہئے کیونکہ شریعت میں پانچ چیزوں کی حفاظت پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، دین عقل جان مال اور عزت، اور حقیقی اسلامی حکومت ان چیزوں کے تحفظ کو اپنا فرض سمجھتی ہے، لیکن زوال کا شکار امت مسلمہ میں ایسی حکومت ایک خواب بن چکی ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انفرادی طور پر ایسے نقصانات کی روک تھام اور تلافی کی کوشش کی جائے، انشورنس اسی کوشش کا ایک مظہر ہے لیکن مال و دولت کے حریص افراد کے ہاتھوں یہ نظام بھی مجبور و مظلوم افراد کی مدد کے بجائے ایک تجارت بن کر رہ گیا، اسی طرح تکافل کا نظام بھی جو ابتدائی طور پر خالصتاً تعاون پر مبنی تھا اب تجارت میں ڈھل چکا ہے۔

گزشتہ چند صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انشورنس غیر شرعی معاملہ ہے تو شریعت مطہرہ میں یقیناً اس کا متبادل موجود ہوگا، ضرورت یہ ہے کہ اسے تلاش کیا جائے اور اسے قابل عمل بنایا جائے، انشورنس کا حقیقی متبادل جو تکافل اور انشورنس کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اور اس میں کوئی حرام معاملہ بھی نہیں ہے اور جس کی طرف سعودی عرب کی علماء کمیٹی نے بھی اشارہ کیا ہے وہ ہے ”وقف“۔

وقف کی تعریف:

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: "هو تحبیس الأصل وتسبیل المنفعة"۔ یعنی اصل مال کو روک لینا اور اس کے منافع کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔

وقف کی اصل ہمیں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں ملتی ہے جس میں آپ ﷺ نے عمرؓ کو وقف کرنے کا مشورہ دیا تھا، اور اسی حدیث میں ہمیں وقف کے احکام و مسائل کا صحیح علم ہوتا ہے، حدیث یہ ہے کہ: "عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کو خیبر سے حصہ میں کچھ زمین ملی تو عمرؓ نبی کریم ﷺ کے پاس اس زمین کے بارے میں مشورہ کے لئے گئے اور کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے خیبر سے کچھ زمین ملی ہے اور اس سے بہتر مال مجھے آج تک نہیں ملا، تو آپ مجھے اس بارے میں کوئی مشورہ دیں"۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو (یوں کرو کہ) اس کے اصل کو روک لو اور اس کے منافع کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کر دو"۔ تو عمرؓ نے یوں ہی کیا کہ اسے صدقہ کر دیا، اس شرط پر کہ نہ تو اسے بیچا جائے گا، نہ ہدیہ کیا جائے گا نہ وراثت میں تقسیم ہوگا اور اس زمین کو فقراء مساکین قریبی رشتہ داروں، گردن آزاد کرانے میں، جہاد میں، مسافر اور مہمان کے لئے صدقہ کر دیا، اور یہ بھی کہ جو اس کی دیکھ بھال کرے گا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لیتا رہے لیکن اس سے زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش نہ کرے"۔¹⁵

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ:

۱. ایسی چیز وقف کی جائے گی جو ہمیشہ باقی رہے، جیسے زمین وغیرہ، اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک روپیہ کو وقف کرنا درست نہیں، لیکن راجح قول یہ ہے کہ روپیہ کو وقف کرنا درست ہے اس شرط پر کہ اس روپیہ سے ایسا کاروبار کیا جائے یا ایسی جگہ لگایا جائے جہاں سے اس کا منافع اتار ہے۔

۲. وقف کو بیچنا یا واپس لینا جائز نہیں کیونکہ وقف ایک طرح کا صدقہ ہے۔

۳. وقف کرنے والا اگر چاہے تو وقف کی جہتیں معین کر سکتا ہے یعنی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا منافع صرف مساکین کے لئے، یا صرف جہاد کے لئے ہے وغیرہ۔

۴. وقف کی دیکھ بھال کرنے والا اس میں سے اپنی اجرت لے سکتا ہے۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وقف، انشورنس کا صحیح متبادل ہے، اور اگر تاریخ اسلامی پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں بیشمار ایسے اوقاف نظر آئیں گے جو خصوصاً مصیبت زدہ افراد کے ساتھ تعاون کے لئے بنائے گئے تھے۔

انشورنس کے متبادل کے طور پر وقف کو استعمال کرنے کے لئے اس کا بنیادی ڈھانچہ کچھ یوں بنایا جاسکتا ہے کہ:

☞ چند خیر حضرات مل کر کچھ رقم وقف کریں۔

☞ اس وقف شدہ رقم کو کسی حلال کاروبار میں لگا دیا جائے اور اس کا منافع جمع کیا جاتا رہے۔

☞ اس وقف کے منافع کو چند مخصوص مصائب کے لئے خاص کر دیا جائے، مثلاً اُس طرح کہ یہ وقف صرف ان افراد کے لئے ہے جن کی

گاڑی کو حادثہ پیش آجائے، یا ان افراد کے لئے جو کینسر میں مبتلا ہوں اور علاج کی طاقت نہ رکھتے ہوں، یا ان افراد کے لئے جو بیمار و زکار ہوں اور

انشورنس اور تکافل، میزان شریعت میں ایک تقابلی جائزہ

مالی مشکلات کا شکار ہوں، یا بیواؤں کے لئے، یا یتیموں کے لئے، غرض یہ کہ کسی بھی مصیبت یا مصائب اور حالات کے شکار افراد کو خاص کیا جاسکتا ہے۔

☞ وقف میں رقم دینے والے مخیر حضرات میں سے اگر کوئی اس مصیبت کا شکار ہوتا ہے تو اس کے لئے بھی وقف سے حصہ نکالا جائے گا۔

☞ وقف کی دیکھ بھال کرنے والے افراد یا کمپنی کو اس وقف کی دیکھ بھال کی اجرت یا خرچہ اسی وقف کے منافع سے ادا کیا جائے گا۔

☞ وقف میں حصہ ڈالنے والے مخیر حضرات میں سے کوئی بھی وقف کی اصل رقم اور نہ ہی اس کے منافع کا مطالبہ کرے گا، کیونکہ یہ وقف خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور مستحقین کی امداد کے لئے قائم کیا جائے گا۔

یہ صرف ایک ابتدائی خاکہ ہے جسے عملی تصویر پہنانے میں یقیناً بہت محنت درکار ہے لیکن اگر اس طرح کہ چند اوقاف بنالئے جائیں اور انہیں چند مخصوص مصائب میں گرفتار افراد کے تعاون کے لئے خاص کر دیا جائے تو اس کا معاشرہ پر بہت اچھا اثر پڑے گا، اس وقف کی رقم کو کاروبار میں لگانے سے نئی ملازمتیں ملیں گی، اور اس کے منافع سے کئی مستحقین کے ساتھ تعاون بھی ہو گا اور چونکہ یہ ایک اجتماعی عمل ہو گا جو کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جائے گا اسی لئے اس کے نتائج بھی بہت بہتر اور دور رس نکلیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں آج بھی ایسے اوقاف موجود ہیں جن کی جہتیں متعین ہیں، کوئی وقف خالصتاً بیواؤں کے لئے ہے، کوئی یتیموں کے لئے ہے، کوئی وقف قرض لینے والوں کے لئے خاص ہے اور انہیں بغیر سود کے قرض مہیا کرتا ہے، کسی وقف کے تحت ایک اسپتال ہے جس میں مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے، ایک بہترین وقف کی زندہ مثال وقف الملک عبدالعزیز ہے جو کہ ایک (۷۲) بہتر منزلہ عمارت ہے اور بیت اللہ کے بالکل سامنے ہے یہ ایک ہوٹل ہے جس کا نام ابراج زمزم (زمزم ٹاور) ہے اس کی ساری آمدنی کو مسجد الحرام کے اخراجات کے لئے وقف کیا گیا ہے۔

اگر ان اوقاف کی جہتوں میں کچھ توسیع کر لی جائے اور ان میں وہ چیزیں بھی شامل کر دی جائیں جن کا انشورنس کرایا جاتا ہے تو یہ یقیناً سودی انشورنس اور تکافل کے نظام سے ایک بہت بہتر نظام اور بالاتفاق جائز معاملہ ہو گا۔ دشواری صرف اس بات کی ہے کہ تعاون میں بھی تجارت ڈھونڈنے اور دین سے دنیا حاصل کرنے والے افراد کو یقیناً یہ کاوش پسند نہیں آئے گی اور وہ اسے پیسوں کا ضیاع اور کاروباری گھانا تسلیم کریں گے۔ دنیا کی نظر میں یقیناً صدقہ کرنے والے کو اس کے صدقہ میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، لیکن ”دنیا فانی ہے“ کے فلسفہ پر یقین رکھنے والے اور اخروی زندگی پر ایمان لانے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمیں حاصل ہی وہ ہوتا ہے جو ہم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جب آدم کا بیٹا مرنے سے پہلے اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، ایسا علم جو نفع پہنچائے، وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔“

وقف صدقہ جاریہ کی بہترین عملی تصویر ہے، وقف کرنے والے یا وقف میں حصہ ڈالنے والے جب تک زندہ ہیں وہ کسی حادثہ کا شکار ہونے کی صورت میں اپنے وقف سے مستفید ہو سکتے ہیں، اور ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی یہ وقف ان کے لئے اجر و ثواب کا باعث بن رہے گا۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

حوالہ جات (References)

- 1 [إبراهيم: 32، 34]
- 2 [البقرة: 155]
- 3 [العنكبوت: 67]
- 4 امام ترمذی- سنن ترمذی، حدیث 2268، جلد 3 ص 594، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر- (1975)
- 5 [الأنعام: 82]
- 6 [النور: 55]
- 7 ابن عابدین، حاشیہ رد المختار، (170/4)، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر- (1966)
- 8 امام مسلم، صحیح مسلم، حدیث 1513، جلد 3، ص 1226، مکتبہ عیسیٰ البابی، مصر- (1955)
- 9 [المائدة: 91]
- 10 امام مسلم، صحیح مسلم، حدیث 1586، جلد 3، ص 1226، مکتبہ عیسیٰ البابی، مصر- (1955)
- 11 امام ترمذی- سنن ترمذی، حدیث 1232، جلد 3 ص 594، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر- (1975)
- 12 امام بخاری، صحیح بخاری حدیث 2589، جلد 3، ص 115، مکتبہ السلطانیہ الامیریہ، مصر- (1998)
- 13 علماء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، (6\132)، دار الکتب العلمیہ، بیروت- لبنان- (1995)
- 14 لجنہ دوائیم، فتاویٰ لجنہ دوائیم، فتویٰ نمبر 19406، جلد 13، ص 157، مکتبہ ہرکاتہ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء، ریاض، سعودی عرب- (2005)
- 15 امام بخاری، صحیح بخاری حدیث 2617، جلد 3، ص 115، مکتبہ السلطانیہ الامیریہ، مصر- (1998)